سلسلۂ تقاریر الٓمٓ

سورۃ الشعراء

ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم! احمدہ و اصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝

آمنت باللہ صدق اللہ العظیم -

سورہ نمل پر ان سورتوں کا ذکر ختم ہوا جو ایک ایک یا دو دو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں - اور اب ہم متوجہ ہوتے ہیں ان سورتوں کی جانب جن کے آغاز میں تین تین حروف مقطعات آتے ہیں - قرآن حکیم میں ایسی سورتوں کی کل تعداد ۱۳ ہے - دو سورتوں کا آغاز ہوا ہے طٰسٓمٓ سے اور ۵ سورتوں کا آغاز ہوتا ہے الٓرٰ سے اور چھ سورتیں ہیں جو شروع ہوتی ہیں الٓمٓ سے - حسن اتفاق سے یہ دو سورتیں جو طٰسٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں، یعنی سورہ شعراء اور سورہ قصص - یہ دونوں سورتیں سورہ نمل کے دونوں طرف واقع ہیں - یعنی سورہ شعراء اس سے پہلے ہے اور سورہ قصص اسکے بعد ہے - سورہ شعراء قرآن حکیم کی مکّی سورتوں میں سے تعداد آیات کے اعتبار سے طویل ترین سورت ہے - اس میں آیات کی تعداد ۲۲۷ ہے - جو ۱۱ رکوعوں

میں منقسم ہے - اتنی ہی تعداد مکی سُورتوں میں کسی اور سورت کی نہیں - سُورۂ اعراف جو حجم کے اعتبار سے قرآن مجید کی سب سے بڑی مکی سورت ہے - اسکی آیات کی تعداد ۲۰۶ ہے اور یہیں سے ایک اسلوب کا فرق سمجھ لینا چاہیئے -

قرآن مجید کی جو سورتیں ابتدا میں نازل ہوئیں ان میں آیات چھوٹی ہیں اور ردّم تیز ہے - صوتی آہنگ بھی بہت نمایاں ہے اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا چلا گیا بعد میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں آیات طویل ہیں اور ان میں صوتی آہنگ بھی اتنا زیادہ نمایاں نہیں رہتا - اور ردھم بھی کچھ مدہم (light) ہو جاتا ہے - چنانچہ سورہ اعراف ۲۰۶ آیتوں پر مشتمل ہے لیکن اس کے رکوع ۲۴ ہیں اور وہ سوا پارے پر پھیلی ہوئی ہے - جبکہ سورہ الشعراء ۲۲۷ آیات پر مشتمل ہے - لیکن یہ کہ وہ وسعت میں نصف پارے سے بھی کم پر پھیلی ہوئی ہے - سورۃ شعراء کا مرکزی مضمون ہے -

اَلتَّذْکِیْرُ بِاَیَّامِ اللّٰہِ

یہ خود قرآن مجید کی اصطلاح ہے - اَیَّامُ اللّٰہِ سے مراد ہیں وہ دن جن میں قوموں کی قسمتوں کے فیصلے ہوتے - مزید براں آتنی تذکیر بایام اللہ سے مراد وہ ادوار بھی ہیں کہ جن میں جزیرہ نمائے عرب اور اس کے اطراف وجوانب میں مختلف اوقات میں جو اولوالعزم رسول مبعوث ہوئے اور ان کی قوموں نے ان کی دعوت سے انکار کیا کفر کی روشش اختیار کی جسکے نتیجے میں ان پر عذاب ہلاکت عذابِ استیصال نازل ہوا - تو ان رسولوں کے ذکر اور ان قوموں کے انجام کے ذکر سے تذکیر اور نصیحت اور یاد دہانی اور دعوت و تبلیغ ہے یعنی التذکیر بایام اللہ -

چنانچہ اس سورۃ مبارکہ میں ۳ رکوعوں پر تو تفصیل کے ساتھ حالات پھیلے ہوتے ہیں - حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے - یہ واقعات تقریباً وہی ہیں کہ جو سورۃ طٰہٰ میں قدرے تفصیل کے ساتھ آ چکے ہیں البتہ اسلوب کا

فرق ہے الفاظ کا فرق ہے، انداز کا فرق ہے بقول شاعر

اِک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

یہی انداز اکثر اس سورت میں آئے گا۔ اگرچہ مضامین تقریباً وہی ہیں جو سورہ طٰہٰ میں آئے ہیں لیکن انداز میں بڑا نمایاں فرق ہے۔

اس کے بعد ایک ایک رکوع میں حضرت ابراہیم حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے حالات اور ان کی قوموں کی روش اور ان کے انجام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم کے ذکر کے ضمن میں ان کے ایک ترانۂ توحید کو نقل کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر جامع اور اتنا مؤثر اور اتنا دل پذیر اور دلنشین ترانۂ توحید شاید کوئی اور ممکن نہ ہو۔ آنجناب کا قول نقل ہوا۔

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ (۷۸ تا ۸۲)

"میں اس اللہ کا ماننے والا ہوں۔ میں اس کا پجاری ہوں میں اس کا پرستار ہوں جس نے مجھے پیدا کیا جو مجھے راستہ دکھاتا ہے اور جو مجھے کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے وہی ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے وہ وہی ہے جو مجھ پر موت وارد کرے گا اور پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہی ہے کہ جس سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن جزا و سزا کے دن وہ میری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔"

دوسری مکی سورتوں کی طرح سورہ شعراء کے بھی آغاز اور اختتام دونوں پر نبی اکرمؐ سے خصوصی خطاب ہے اور اس کے ضمن میں چونکہ رسالتِ محمدی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل مظہر قرآن مجید ہے لہذا قرآن مجید کی صداقت اور حقانیت اور اس کی عظمت اور علو مرتبت کا بیان ہے چنانچہ آغاز میں فرمایا گیا۔

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

یہ آیات ہیں کتاب مبین کی اور اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شاید کہ آپ اپنے آپ کو اس رنج اور صدمے سے ہلاک کر لیں گے کہ یہ ایمان نہیں لائے ہے۔ اس کا ذکر اس سے پہلے سورہ طٰہٰ کے ضمن میں بھی ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اختتام کی طرف آتے فرمایا

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (١٩٢)

سارا ذکر قرآن حکیم کا ہے قرآن نازل ہو رہا ہے اس ہستی کی طرف سے جو تمام جہانوں کی مالک ہے اور پروردگار ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ (١٩٣)

اس کو اتارا ہے روح الامین کے ذریعے جو لقب ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا۔ عَلٰى قَلْبِكَ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے قلب مبارک پہ

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (١٩٤)

تاکہ آپ خبردار کرنے والے بن جائیں۔ لوگوں کو Warn کرنیوالے اعراض وانکار اور کفر کی صورت میں جو پاداش ملنے والی ہے اس سے خبردار کرنے والے بن جائیں۔

چند آیات کے بعد فرمایا:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ (٢١٠)

اس قرآن کو شیاطین جن نے نازل نہیں کیا، کوئی بدروح نہیں ہے کہ

جواس کو نازل کرنے والی ہو - اس میں نفی کی جارہی ہے اس خیال کی جو
آغاز میں مکہ والوں کی جانب سے ظاہر ہوا تھا کہ شاید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر کسی بدروح کا سایہ ہو گیا ہے آپؐ کسی آسیب کے اثر میں آگئے ہیں اور وہ
ہے کہ جو انہیں یہ کلام سکھا رہا ہے - اسکی تردید کی جارہی ہے - اور فرمایا
جارہا ہے -

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (۲۱۰ - ۲۱۱)

غور تو کرو، عقل کے اندھو! عقل کے ناخن لو! اس کلام کو دیکھو کیا یہ
کلام واقعی ہی تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ شیاطین اسکے شایان شان ہوں
شیاطین اس پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے - کہ وہ ایسا کلام موزوں کرسکیں
یا نازل کرسکیں -

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ (۲۱۲)

اور یہ شیاطین جن عام دنوں میں کچھ اِدھر اُدھر سے سن گن لیکر اپنے
جو ماننے والے ہیں انہیں کچھ جھوٹی سچی باتیں تا بھی دیا کرتے تھے تو اب
تو نزول قرآن کے زمانے میں ان پر پابندیاں لگ چکی ہیں - انہیں بیڑیاں
پہنائی جا چکی ہیں اب وہ اِدھر اُدھر سے کچھ سن گن بھی نہیں لے سکتے -

آخیر میں ان کے اس خیال کی بھی نفی کی گئی کہ محمدؐ شاعر ہیں - صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم، معاذ اللہ! فرمایا گیا -

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ (۲۲۴)

خود غور کرو سوچو، شعراء کا اپنا ایک کردار ہوتا ہے شاعر کی اپنی ایک شخصیت
ہوتی ہے - کیا کسی درجے میں بھی محمدؐ پر وہ کردار چسپاں کیا جاسکتا ہے -
شعراء کے پیچھے تو بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں - اور ان کے صحابہ ان کے
جان نثار تو تمہارے معاشرے کے اعلیٰ ترین افراد میں سے ہیں - جیسے ابوبکرؓ،

عثمانؓ - طلحہؓ، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوعبیدہؓ ابن الجراح وغیرہم -
پھر شاعروں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ :

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ (۲۲۵)

" تم دیکھتے نہیں کہ شاعر لوگ تو ہر وادی میں سرگرداں ہوتے ہیں - ابھی زمین کی بات کر رہے ہیں تو ابھی آسمان کی خبریں لا رہے ہیں - ان کے ہاں مبالغہ آمیزی ہوتی ہے - شاعر کے شعر کی تاثیر کے لئے مبالغہ لازمی سمجھا گیا ہے - اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ

وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (۲۲۶)

ان کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ شاعر جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں! اچھے سے اچھے شاعر بڑے بڑے شاعر، بھی، واقعہ یہ ہے کہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کا یہ تبصرہ ان پر بالکل راس آتا ہے - ان کے قول و عمل کے اندر اکثر و بیشتر ایک تضاد اور ایک بڑی خلیج حائل نظر آئے گی - تو کہاں شعراء اور انکا کلام اور کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور یہ کتاب مبین، یہ قرآن مجید -

اس سورہ مبارکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دو خصوصی ہدایات بھی دی گئیں - ایک یہ بھی

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ (۲۱۴)

اے نبیؐ! آپؐ کی دعوت کا آغاز اپنے اعزا و اقارب سے ہونا چاہیئے سب سے پہلے خبردار کیجئے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس لئے کہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے فطری طریق یہی ہے کہ

الاقرب فالاقرب

جو داعی سے جسقدر قریب ہو اتنا ہی اسے دعوت و تبلیغ میں مقدم رکھنا چاہیئے - دوسری ہدایت یہ دی گئی -

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (۲۱۵)

اور اے نبیؐ! جو آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں جو آپؐ کا اتّباع کر رہے ہیں جو آپؐ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے کوشاں ہیں۔ جو آپؐ کے جاں نثار ہیں۔ ان کے لئے آپ اپنے کاندھے جھکا دیجئے۔ ان کا اعزاز و اکرام فرمائیے۔ ان سے محبت کیجئے۔ ان سے شفقت کے ساتھ پیش آئیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین اور اللہ کی عطا ہے آپؐ کے لئے۔ اللہ نے ان کو آپؐ کی رفاقت کے لئے چن لیا ہے۔

بارك الله لی ولکم فی القرآن العظیم
ونفعنی وایاکم بالآیات والذکر الحکیم

(بقیہ : مروّجہ نظام زمینداری)

سعید ابن المسیّب، سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ، مجاہد، عطاء، مکحول، شعبی، مسروق، عکرمہ اور حماد تھے۔ بعض روایات کے مطابق محمد بن سیرین اور قاسم بن محمد بھی ان میں شامل تھے۔

علماءِ تابعین کی اتنی بڑی تعداد کا مزارعت کو ناجائز سمجھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حضرات ان احادیثِ نبویہ کو صحیح، راجح اور ناسخ سمجھتے تھے جو نہیِ مزارعت سے متعلق تھیں، نیز اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک معاملۂ خیبر مزارعت کا معاملہ نہ تھا ورنہ وہ کبھی مزارعت کو ناجائز نہ کہتے کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر دم تک اور پھر حضرت عمر فاروق بھی کچھ عرصہ تک اس پر قائم رہے، مطلب یہ کہ اگر یہ معاملہ مزارعت کا معاملہ ہوتا تو کہنا تو درکنار کوئی اس کے ناجائز ہونے کا تصوّر بھی نہ کرسکتا تھا۔

مذکورہ ترتیب کے مطابق اب میرے سامنے بحث و تحقیق کا جو مرحلہ ہے اس کا عنوان "مزارعت اور ائمہ اربعہ" ہے۔

(جاری ہے)